عبدالحمید ابن بادیس

حافظ خالد محمود، ایم اے

امام عبدالحمید ابن بادیس الجزائر کی تحریک آزادی کے قائد اوّل ہیں۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے فرانسیسی استعمار کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی اور لوگوں میں آزادی کا صحیح جذبہ پیدا کیا۔ جس کی بدولت الجزائر کی "وطنی تحریک" نے ملک کو غیر ملکی استبداد کے پنجوں سے آزاد کرانے کے لئے ۱۹۵۴ء میں خونی انقلاب کا آغاز کیا، جو ۱۹۶۲ء میں الجزائر کے استقلال پر منتج ہوا۔

تین اہم اقدامات

اس سلسلے کا پہلا اقدام ملک میں تعلیم و تربیت کی عام اشاعت ہے۔ اس غرض سے ۱۹۱۳ء میں آپ نے "جمعیۃ العلماء المسلمین" کی بنیاد رکھی، جس نے ملک کے طول و عرض میں مدارس کا جال پھیلا دیا۔ ان مدارس میں علوم اسلامی، اسلامی تہذیب و تمدن، عربی ادب، تفسیر و حدیث خصوصاً مؤطا امام مالک کی تدریس ہوتی ہے۔ اس وقت جمعیت کے زیر اہتمام ۱۲۵ ابتدائی مدارس اور ایک ثانوی مدرسہ چل رہا ہے، جس کا نام ادارہ ابن بادیس ہے۔ اور یہ تیونس کی زیتونہ اکیڈمی کے لئے طلبہ تیار کرتا ہے۔

دوسرا اقدام، جمعیت کی سرپرستی میں مختلف اصلاحی انجمنوں کا قیام تھا۔ جن میں سب سے مشہور اور فعال انجمن "الترقی" تھی، جس نے ملک بھر میں، خاص کر دارالخلافہ میں، آزادی کی شمع روشن کی۔ اور جس کی ضوفشانی سے سارے ملک نے روشنی حاصل کی۔

تیسرا اقدام، جمعیت کے تحت مجلہ "الشہاب" کا اجراء تھا۔ جس نے غلام قوم میں آزادی کی تڑپ پیدا کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

ایک ہمہ گیر شخصیت: آپ صرف ایک مربی اور معلّم ہی نہ تھے جس کی تعلیم و تربیت نے

"تحریک وطنی" کو فعال اور جوشیلے کارکن مہیا کئے۔ بلکہ آپ ممتاز سیاسی قائد بھی تھے، جو بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں ملک میں سیاسی بیداری پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ ایک عظیم مصلح بھی تھے۔ آپ کے اندر اصلاح کا جو زبردست جذبہ موجزن تھا اس کی تپش سے نہ صرف تمام الجزائر بلکہ پورا 'مغربی عرب' متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

فرانسیسی استعمار کے حربے، آپ نے مذکورہ بالا تین محاذوں پر جو نمایاں خدمات انجام دی ہیں، ان کی اہمیت کو واضح کرنے کے لئے آپ سے پہلے کے ملکی حالات پر طائرانہ نظر ڈالنا ضروری ہے۔ ۵ جون ۱۸۳۰ء کو فرانس کا الجزائر پر قبضہ تکمیل کو پہنچا۔ فرانس یہ سوچ چکا تھا کہ اگر ملک پر فرانسیسی استیلاء کو قائم رکھنا مقصود ہے تو دو چیزوں کی مکمل طور پر بیخ کنی ضروری ہے۔ ایک اسلام اور دوسری عرب قوم اور اس کی تہذیب و تمدن۔ کیونکہ یہی دو چیزیں اس کے راستے کا پتھر ہیں۔ لہذا شروع سے فرانس کی پالیسی یہ رہی کہ ان دونوں چیزوں کو اس ملک سے اس طرح نیست و نابود کر دیا جائے کہ سانحۂ اسپین کی یاد تازہ ہو جائے۔ فرانس نے الجزائر کو دوسرا اندلس بنانے کے لئے جو حربے اور ہتھکنڈے استعمال کئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

۱۔ دینِ اسلام پر عمل کرنے اور اس کی تبلیغ اور نشر و اشاعت پر پابندی۔

۲۔ ثقافتِ اسلامیہ کی جگہ مغربی ثقافت کی ترویج و ترقی۔

۳۔ عربی زبان و ادب کے درس و تدریس پر پابندی جو عربوں کی ثقافت اور علم و فکر کی جان ہے۔

۴۔ الجزائر کی مستقل جغرافیائی حیثیت کو ختم کر کے اُسے فرانس کا ایک حصہ قرار دینا۔

۵۔ الجزائر کی قومی وحدت کو پارہ پارہ کرنا اور اپنی روائتی حکمتِ عملی کے تحت قوم کے اندر مختلف فتنے پیدا کر کے ان میں تشتت و افتراق پیدا کرنا، تاکہ وہ فرانسیسی استبداد کے خلاف متحد نہ ہو پائے۔

۶۔ الجزائر کی تاریخ کو، جس کی تعمیر میں خلافتِ اسلامیہ کا نمایاں حصہ تھا، مسخ کرنا۔

ان ناپاک عزائم کی تکمیل کے لئے فرانس نے اسلامی مدارس اور تربیت گاہوں پر کڑی پابندیاں لگا دیں۔ ان میں پڑھانے والے علماء، مدرسین اور زیرِ تعلیم طلبہ کو مختلف طریقوں سے تنگ کیا جانے لگا تاکہ وہ تعلیم و تعلم کا پیشہ چھوڑ دیں اور مدارس بند کر دیں۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بڑی بڑی مساجد

گرجوں میں تبدیل ہوگئیں، جن میں سے بعض یہودیوں کے حوالے کر دی گئیں تاکہ وہ انھیں اپنے معابد بنا لیں۔ ۱۹۰۴ء میں یہ جبری قانون نافذ کیا گیا کہ الجزائری علاقے کے حاکم کی پیشگی اجازت کے بغیر کوئی دینی مدرسہ برائے تعلیم علوم اسلامی اور عربی ادب نہیں کھول سکے گا۔ خلاف ورزی کرنے والے کو جرمانے اور قید و بند کی سزائیں دی جاتیں۔ اگر کسی مدرسے کی باقاعدہ اجازت دی بھی جاتی، تو درج ذیل پابندیاں عائد کر دی جاتیں۔

۱۔ تعلیم کو محض حفظ قرآن تک محدود رکھنا ہوگا۔

۲۔ قرآن کی کسی طرح بھی تعبیر و تشریح نہیں ہوگی خصوصاً جہاد پر اُبھارنے والی آیات کی تفسیر پر مکمل پابندی تھی۔ نہ صرف الجزائر کی تاریخ اور جغرافیہ بلکہ تمام اسلامی ممالک کی تاریخ اور جغرافیے کی تدریس پر پابندی تھی۔

۳۔ عربی زبان و ادب، مع اپنے تمام فنون اور عہدوں، کی تدریس پر پابندی۔

۱۹۳۸ء میں ایک اور قانون بنا جس کی رو سے فرانسیسی کو قومی زبان کا درجہ دے دیا گیا، اور عربی کو اپنے دیس میں اجنبی زبان قرار دے دیا، جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ذریعہ تعلیم صرف فرانسیسی زبان رہ گئی اور اس زبان کے ساتھ اس کی عریاں تہذیب کا فروغ بھی قدرتی نتیجہ تھا۔ الجزائر کے باشندوں کو یہ تعلیم دی جاتی کہ الجزائر فرانس کا مقبوضہ ہے اور تمہارے آباء و اجداد فرانسیسی ہیں۔ ان مذموم ہتھیاروں کے ذریعے فرانس نے الجزائر کا باقی عرب دنیا سے ثقافتی رشتہ منقطع کرنے کی موہوم کوششیں کیں۔ قبل ازیں ۱۹۳۰ء میں فرانس نے الجزائر پر اپنے غاصبانہ قبضے کی صد سالہ برسی منائی جس کی تقریبات تقریباً دو مہینے تک جاری رہیں۔ ان تقریبات میں الجزائری قوم اور اسلام کی اہانت اور ان کے جذبات کو مجروح کرنے کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا۔ اسلام پر نازیبا حملے کئے گئے۔ عربی زبان کو موردِ الزام ٹھہرایا گیا۔

ابن بادیس غلامی کی اس تاریک فضا میں امید کی کرن بن کر چمکے، جس نے اس گھٹاٹوپ اندھیرے میں آزادی کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی ہوئی قوم کو نجات کا راستہ دکھایا۔ اسکول قائم کئے، جلسے جلوس کا اہتمام کیا۔ اسلامی تہذیب و تمدن پر لیکچر دیئے۔ تفسیر و حدیث کے درس دیئے۔

جنگ عظیم اوّل کے بعد تمام عالمِ اسلام میں علامہ جمال الدین افغانی اور محمد عبدہٗ کی سرکردگی میں

تحریک اسلامی کی تجدید کی جو لہر اُٹھی اس کے اثرات الجزائر نے بھی محسوس کئے۔ ابن بادلیس کی تحریک بھی دراصل اسی "پان اسلام ازم" کی بازگشت تھی۔

ان قیود کی موجودگی میں ابن بادلیس کو اپنی تحریک کو آگے بڑھانے میں بڑی ہوشیاری سے کام لینا پڑا۔ وہ مذہبی اصلاح کے پردے میں دراصل ملک کے استقلال کے لئے کام کر رہے تھے۔ انھوں نے صحافت میں انقلاب برپا کرنے کے لئے ۱۹۲۲ء میں ایک روزنامے کا اجراء کیا۔ بے باک تبصروں اور استعمار کے خلاف تحریروں کی وجہ سے چند شمارے شائع ہونے کے بعد اس کو بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد اسی سال مجلہ "الشہاب" کا اجراء عمل میں آیا۔ پہلے یہ ہفت روزہ کی شکل میں منظر عام پر آیا، پھر ۱۹۲۸ء میں اسے ماہنامے میں تبدیل کر دیا گیا، جو جنگ عظیم دوم کے آغاز تک شائع ہوتا رہا، یہاں تک کہ اس کے انقلابی عزائم اور اسلامی رجحانات کی وجہ سے ۱۹۳۹ء میں اجنبی حکومت نے الجزائر کی واحد آواز کا بھی گلا گھونٹ دیا۔ "الشہاب" صرف الجزائر کا ترجمان ہی نہیں تھا بلکہ تمام مغرب اقصیٰ، مصر اور باقی عربی ممالک کے ان عوام کے درمیان رابطے کا کام دیتا تھا جن کو غیر ملکی سامراج نے اپنے مفاد کی خاطر چھوٹے چھوٹے جغرافیائی ٹکڑوں میں بانٹ دیا تھا، اور جن کے اندر اتحاد پیدا کرنے کے لئے ایک مضبوط رابطے کی اشد ضرورت تھی۔ یہ ابن بادلیس کی دعوت و سیاست ہی تھی جس نے ان کے اندر ایک مضبوط رابطے کا کام کیا اور ان کو غیر ملکی تسلط کی زنجیروں سے آزاد کرانے میں مدد دی۔

غیر ملکی تسلط کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ۱۹۳۸ء میں ایک الجزائری نواب نے ایک مقالہ شائع کرایا جس کا عنوان تھا "میں فرانسیسی ہوں"۔ اس میں اس نے سرے سے الجزائری قوم کے وجود ہی سے انکار کیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ اس خطے میں عرب اور مسلمان قوم کا کبھی کوئی وجود نہ ماضی میں رہا ہے اور نہ اب ہے۔ اس کے خلاف ابن بادلیس نے ایک پُر زور مقالہ سپردِ قلم کیا جس نے فرانسیسی اور الجزائری صحافت اور حکمران طبقے میں تہلکہ مچا دیا۔ یہ مقالہ نومبر ۱۹۳۸ء کے الشہاب کے شمارے میں "قول فیصل" کے عنوان سے شائع ہُوا، جس میں آپ نے لکھا:۔

"ایک مقامی نواب نے، جن کا شمار ملک کے رؤسا میں ہوتا ہے اور جو ایک بڑے سرکاری عہدے پہ فائز ہیں، گوہر افشانی فرمائی ہے کہ الجزائری قوم اپنی تشکیل کے اعتبار سے فرانسیسی قوم ہے، کیونکہ فرانس کے سوا اس کا نہ کوئی وطن ہے اور نہ فرانس میں ادغام کے علاوہ اس کا کوئی مقصد ہے، اور اس

قوم کی دیرینہ تمنا ہے کہ فرانس اس پر اپنا سایہ مسلسل قائم رکھے۔ نواب موصوف نے دعویٰ باطل کیا ہے کہ میں نے ماضی کی تاریخ کے اوراق کھنگال ڈالے، لیکن کہیں بھی الجزائری قومیت کا نام ونشان اور ذکر نہ پایا۔ اور اس کی حالیہ تاریخ کی تحقیق کی تو کوئی خبر اس کی نہیں ملی۔ اور آخر اس پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ وہ قومیت کے لحاظ سے فرانسیسی ہے۔ صحیح ہے کہ ہر چیز اس عالم میں ترقی پذیر ہے اور ایک حالت پہ سدا قائم نہیں رہتی۔ نواب صاحب! ہماری تحقیق تو یہ بتلاتی ہے کہ ماضی و حال کی تاریخ میں اس قوم کا اسی طرح وجود ہے جس طرح دنیا کی دوسری اقوام کا۔ اس ملت کی تاریخ کارہائے نمایاں سے بھری ہوئی ہے۔ اس کی اپنی دینی وحدت ہے، اپنی زبان ہے، اپنی مخصوص ثقافت ہے، اپنا منفرد ضابطۂ اخلاق ہے، یہ ہر لحاظ سے ایک علیحدہ اور منفرد ملت ہے۔ الجزائر کی مسلمان ملت کو کبھی بھی فرانسیسی نہیں کہا جا سکتا۔ نہ یہ فرانسیسی ہے نہ فرانسیسی ہو سکتی ہے، اور نہ ہونا چاہتی ہے۔ اور اگر چاہے بھی تو فرانسیسی نہیں ہو سکتی۔ اپنی زبان اپنے ضابطہ اخلاق اپنی ترکیب اور دین کے اعتبار سے یہ فرانسیسی قوم سے بالکل جدا قوم ہے۔ یہ ادغام نہیں چاہتی کیونکہ اس کا اپنا وطن ہے اور وہ الجزائر کی معروف سرزمین ہے۔"

زور خطابت ملاحظہ ہو کس خوبی سے قوم کے منفرد وجود کی وکالت کی ہے اور آئندہ نسلوں کے لئے راہ متعین کی ہے، جس پر چل کر ہی وہ منزلِ حریت کو پا سکتے تھے۔ اسی سے آپ کے اوصاف و کردار پر بھی واضح روشنی پڑتی ہے کہ آپ کتنے نڈر لبطل حریت تھے۔ وہ جو کہتے تھے حق کہتے تھے، اور باطل کے خلاف برملا ڈنکے کی چوٹ کہتے تھے۔ اور یہ نہیں دیکھتے تھے کہ باطل کتنا طاقتور ہے۔ وہ یہ تصور میں بھی نہیں لاتے تھے کہ جس کی وہ مخالفت کر رہے ہیں وہ کتنا صاحبِ اقتدار ہے۔

آپ ۱۸۸۹ء میں قسطنطین میں پیدا ہوئے۔ جامع الجزائر میں اُستاد تھے۔ آپ نے آزادی کا آفتاب طلوع ہونے سے قبل ۱۹۴۰ء میں اس جہانِ فانی سے کوچ کیا۔